TQ Lesson 250 Surah Mumin 47-68 tafsir1

آیت نمبر 47 سے 50 تک اللہ رب العزت نے لیڈروں اور لیڈروں کے پیروکاروں کا حال جو جہنم میں ہوگا اس کا ذکر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ کیسا وقت ہوگا جب جہنمی جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے۔ دنیا میں ان میں سے کچھ لوگ کمزور تھے اور کچھ امیر لوگ تھے تو کمزور لوگ طاقتور اور امیروں کے ڈر سے ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے ۔کمزور لوگ ان سے کہیں گے کہ دنیا میں تم نے ہمیں اپنی پیروی پر مجبور کر رکھا تھا۔ تمہیں اپنی لیڈری پر، سرداری پر، قیادت پر بڑا ناز تھا تو کیا آج آپ جہنم کے عذاب کا کچھ حصہ اپنے اوپر لے لیں گے؟ کیا آج آپ ہمارے کچھ کام آ سکیں گے؟ کیا آپ آگ کے عذاب کو ہم سے کچھ ہلکا کر دیں گے؟ اور دوسری طرف جو سردار، قائد، اور متکبرین جو دنیا میں اللہ، اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے رہے، وہ جہنم کی کھائیوں میں جل رہے ہوں گے ۔وہ شدید ترین عذاب میں ہوں گے اور وہ اس وقت کہیں گے کہ اگر ہم کچھ آپ کے کام آ سکتے تو آج ہم سب سے پہلے اپنے آپ کو بچاتے ،آج ہم جہنم میں نہ جل رہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کے مطابق فیصلہ کر دیا ہے اور آج ہم آپ کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے تو سرداروں کی بے بسی اور پیروکاروں کی مجبوری کےپس منظر میں ان آیات کو سمجھئے۔

آیت نمبر 47۔ وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ

ترجمہ: پھر ذَرا خیال کرو اُس وقت کا جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ "ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا یہاں تم نار جہنم کی تکلیف کے کچھ حصے سے ہم کو بچا لو گے؟

آیت نمبر 47 سے 50 تک **وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ**۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں **وَإِذْ** اس کا ترجمہ آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ **اذ** کو **اذکرو** اور یاد کرو وہ وقت **يَتَحَاجُّونَ** جب وہ حجت بازی کریں گے، جب وہ جھگڑیں گے آپس میں، قائد اور ان کے پیروکار۔ اس وقت جہنمی ایک دوسرے سے جھگڑیں گے **فِي النَّارِ** دوزخ میں آگ میں **فَيَقُولُو** پھر کہیں گے**الضُّعَفَاءُ** کمزور لوگ اس وقت ادنیٰ درجے کے لوگ کہیں گے **لِلَّذِينَ** ان لوگوں کو**ٱسْتَكْبَرُوٓا** جو بڑے تھے، جو دنیا میں متکبر بن کر جئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے **إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا** یہ خاص بات ہے اس کو آپ دائرہ لگا لیں ۔کمزور لوگ جو پیروکار ہیں جو دنیا میں مطیع بن کر رہے وہ اپنے لیڈروں سے جن کے پیچھے وہ آنکھیں بند کر کے دنیا میں چلتے رہے ان سے کہیں گے **إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا** بے شک ہم تھے تمہارے ہی لئے پیروی کرنے والے ۔ہم تو تمہارے تابع تھے ،ہم تو تمہارے پیچھے چلتے رہے **فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ ٱلنَّارِ** کیا پس تم جہنم کی آگ کی تکلیف کے کچھ حصے سے ہم کو بچا لوگے؟ **فَهَلْ أَنتُم** کیا پس تم **مُّغْنُونَ** اس کا بھی مادہ (غ ن ی) **غنی** سے ہے اور یہاں پرمعنی ہے اس کے بے نیاز کرنا۔ تو کیا تم ہم کو بے نیاز کر دوگے ؟کیا تم ہم سے دور کر دوگے؟ دفع کر دوگے ؟**عَنَّا** ہم سے **نَصِيبًا** وہ حصہ جو مقدر ہو ،جو نصیب ہو۔ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ معین حصہ جو قسمت میں لکھا ہوا ہے تو ہمارے لئے جو عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اس عذاب میں سے کچھ آپ کمی کر سکتے ہیں ؟

آیت نمبر 48۔ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ

ترجمہ: وہ بڑے بننے والے جواب دیں گے "ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں، اور اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے"

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا پھر اس وقت وہ بڑے بننے والے، کبر کرنے والے جواب دیں گے **إِنَّا كُلٌّ فِيهَا** وہ یہ جواب دیں گے کہ ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں **إِنَّا** بے شک ہم **كُلٌّ** سب ،یعنی آپ بھی اور ہم بھی، ہم سب کہاں پہ ہیں؟ **فِيهَا** اس دوزخ میں۔ **هَا** کی ضمیر جہنم کے لئے آئی ہے کہ ہم سب اس دوزخ میں ہیں۔**إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ** بے شک اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے بندوں کے درمیان ۔وہ اس وقت کہیں گے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے، جو جنت میں جانے والے تھے ان کو جنت میں بھیج دیا اور جو جہنم میں جانے والے تھے ان کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کر دیا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا اب کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب اللہ کے فیصلے کے خلاف کسی کو چوں چراں کرنے کی کوئی جراءت نہیں ہے کیوں؟**إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ** اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔ وہاں کا فیصلہ اور وہاں کی کورٹ اور وہاں کا جج اللہ رب العزت ہوگا اور اللہ حق کے مطابق فیصلہ کرے گا۔یہاں پر جہنمیوں کی آپس میں فریاد کا ذکر ہے- آخرت میں ایمان، توبہ، عمل اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ وہاں تو صرف نتیجے کا وقت ہے۔

آیت نمبر 49۔ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ
ترجمہ: پھر یہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگ جہنم کے اہل کاروں سے کہیں گے "اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے عذاب میں بس ایک دن کی تخفیف کر دے"

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ اور کہاوہ لوگ جو آگ میں ہوں گے ،جہنم میں ہوں گے وہ کہیں گے **لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ** جہنم کے داروغوں سے۔ اب وہ لوگ جہنم کے داروغہ سے التجا کریں گے۔ جہنم میں عذاب پانے والے بڑے چھوٹے سردار اور ان کے جو پیروکار ہیں اب وہ عذاب کی سختیوں سے جب تنگ آ جائیں گے ،پریشان ہوں گے ،سب ناامید ہو چکے ہیں، بڑی تکلیف میں ہیں اب وہ جہنم پر جو نگران فرشتے ہیں ان سے درخواست کریں گے ،التجا کریں گے، فریاد کریں گے- کہیں گے کہ **ادْعُوا رَبَّكُمْ** دعا کرو اپنے رب سے **يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ** کہ وہ ہلکا کر دے، وہ تخفیف کر دے ،وہ کمی کر دے ہم سے صرف ایک دن عذاب کا۔اس وقت وہ کہیں گے کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمارے عذاب میں بس ایک دن کی کمی کر دے ۔

آیت نمبر 50۔ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۚ قَالُوا فَادْعُوا ۗ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ
ترجمہ : وہ پوچھیں گے "کیا تمہارے پاس تمہارے رسول بینات لے کر نہیں آتے رہے تھے؟" وہ کہیں گے "ہاں"جہنم کے اہل کار بولیں گے: "پھر تو تم ہی دعا کرو، اور کافروں کی دعا اکارت ہی جانے والی ہے"

فرشتے پوچھیں گے **قَالُوا** کہیں گے **أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ** کیا تمہارے پاس تمہارے رسول بینات لے کر نہیں آتے رہے تھے؟ کیا تمہارے پاس اللہ کے بھیجے جو نبی تھے وہ دعوتِ ایمان لے کر نہیں آئے تھے؟ کیا انہوں نے دلائل کے ذریعے اللہ کے دین کی صداقت کو تم پر ثابت نہیں کیا تھا؟ کیا تمہیں

رسولوں نے شرک سے روکا نہیں تھا؟ تو اس وقت جہنمی جواب دیں گے **قَالُوا بَلَىٰ** ہاں کیوں نہیں **قَالُوا فَادْعُوا** پھر جہنم کے فرشتے جو نگران ہیں وہ کہیں گے **فَادْعُوا** پس تم خود ہی دعا کرو ۔تم خود کیوں نہیں اللہ سے دعا کرتے؟ تم دعا مانگو **وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ**۔ اللہ رب العزت اعلان کر رہے ہیں اور کافروں کی دعائیں تو ضائع ہو جانے والی ہیں۔ یہاں پر **ضَلَالٍ** کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کا گم ہو جانا ،کسی چیز کا خلط ملط ہو جانا۔ اس وقت یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب وہ کہیں گے کہ تم خود کیوں نہیں دعا کرتے؟ تو دراصل فرشتوں کا ان جہنمیوں پرجیسے طنز کرنا ہے، کیونکہ وہاں تو دعا کرنے کا کوئی وقت ہی نہیں اور کافروں کے لئے اور کفر کرنے والوں کے لئے فرشتوں کو دعا کرنے کی تو اجازت بھی نہیں ہے۔ توفرشتے کہیں گے اچھا اگر تم کر سکتے ہو اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو خود دعا کر لو، لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ تمہاری دعاؤں کا کوئی نتیجہ نہیں ہونے والا ۔کافروں کی دعائیں آخرت میں بے اثر ہیں کیونکہ دعا بغیر ایمان کے قبول نہیں ہو سکتی ۔اور ایمان کا موقع اور دعا کرنے کا موقع تو دنیا میں تھا وہ تم نے گنوا دیا۔ اب آخرت میں اگر تم دعا مانگو گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ **وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ** اور نہیں ہیں کافروں کی دعائیں **إِلَّا فِي ضَلَالٍ** مگر بیکار۔

آیت نمبر 51۔ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ
ترجمہ: یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اِس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں، اور اُس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے

اللہ رب العزت آیت نمبر 51 میں اپنے رسولوں کے بارے میں اپنی سنت بتاتے ہیں کہ اللہ کی اپنے رسولوں کے بارے میں کیا سنت رہی۔ کہ رسول اور ان کی اطاعت کرنے والوں کی اللہ مدد کرتا ہے ،دین کو غالب کرتا ہے اور جو دشمن ہوتے ہیں، جو مخالفین ہوتے ہیں وہ قتل ہوتے ہیں، ان کو دنیا کے عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور پھر اللہ رب العزت نے قیامت کے دن جو جزا اور سزا ملنے والی ہے اس کا احساس دلایا ہے۔ **إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا** یقینا ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی **وَالَّذِينَ آمَنُوا** اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ **فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** دنیا کی زندگی میں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا طریقہ کار رہا ہے ،یہی ہماری سنت ہے کہ یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں لازما" کرتے ہیں ۔ یہاں پر رسول اللہ ﷺ **اور** ایمان لانے والوں کو تسلی دی جارہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ **مکی** زندگی میں جن حالات سے گزر رہے تھے ،آپ کو جو مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی ،تو ایک طرف موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سنا کر تسلی دی گئی، یہ بات بتائی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کہ جلیل القدر پیغبر تھے ان پر کتنی تکلیفیں گزریں ،کتنی مصیبتیں آئیں ،کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا بالاخر بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے فتح یاب کیا۔ آپ مشکل دنوں کو صبر کے ساتھ گزاریں، ہمت کریں اور اللہ تعالی اس دنیا کی زندگي میں آپ کی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی لازماً مدد کرے گا۔ اور ایسا ہوا بھی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ چشم فلک نے فتح مکہ کے نظارے دیکھے۔ **وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ** اور اس روز بھی اللہ تعالی مدد کریں گے **وَيَوْمَ** اور وہ دن ، **يَقُومُ** کھڑے ہوں گے ، **الْأَشْهَادُ** جب گواہ ۔اور اللہ تعالی اس دن بھی مدد کریں گے جب گواہ کھڑے ہو جائیں گے۔ **يَقُومُ الْأَشْهَادُ** یہ کونسا دن ہے ؟یہ قیامت کا دن ہے ۔ یہ **الْأَشْهَادُ** شہیدوں کی جمع ہے ،گواہ کو کہتے ہیں جیسے شریف اشراف کی جمع ہوتا ہے۔ تو قیامت والے دن فرشتے اور انبیاء کرام گواہی دیں گے ،فرشتے اس بات کی گواہی دیں گے کہ "یا اللہ پیغمبروں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچایا تھا لیکن ان کی امتوں نے جھٹلایا۔" اور انبیاء گواہی دیں

گے "کہ ہم نے لوگوں تک عوام تک اللہ تیرے دین کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ ہم نے پڑھا ہے کہ انسان کے جسم کے اعضاء بھی گواہی دیں گے لیکن وہ اس دن انسان کے خلاف گواہی دیں گے ۔اور ایک گواہی وہ امت محمدیہ کی بھی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد امت محمدیہ نے اللہ کا دین لوگوں تک پہنچایا۔ یہاں پہ **وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ** یہ بہت سخت بات ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر نبی اور رسول سے گواہی دلوائے گا کہ اس نے لوگوں کو کیا تعلیم دی تھی؟ امتوں سے سوال ہوگا کہ انہوں نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا ؟فرشتے لوگوں کے اعمال کے رجسٹر کے ساتھ پیش ہوں گے ۔گواہیاں دیں گے کہ لوگوں نے کیسے اعمال کیے تھے۔ گواہیوں کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۔

آیت نمبر 52۔ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ
ترجمہ: جب ظالموں کو ان کی معذرت کچھ بھی فائدہ نہ دے گی اور اُن پر لعنت پڑے گی اور بد ترین ٹھکانا اُن کے حصے میں آئے گا

يَوْمَ لَا يَنفَعُلوگوں وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ **الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ** یہاں پہ تین باتیں کہی جا رہی ہیں پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اس دن ظالموں کی معذرت کچھ بھی فائدہ نہ دے گی ۔ دنیا کی زندگی میں بھی لوگ جو بچنا چاہتے ہیں معذرتیں پیش کرتے ہیں۔ قیامت کے دن لوگ معذرت پیش کرنا چاہیں گے لیکن وہ یوم الاشہاد ہوگا ۔وہ گواہیوں کا دن ہوگا اور گواہیاں اتنی واضح اور روشن ہوں گی کہ جو جھوٹے ہیں ان کے جھوٹ واضح طور پر سامنے آئیں گے۔ بدقسمت لوگوں نے اپنی جانوں پر جو ظلم ڈھایا ہوگا ان کا عذر کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا ۔جیسے پیروکار اپنی گمراہی کا ذمہ دار اپنے لیڈروں کو بنانا چاہیں گے ،اولاد اپنے والدین کو، والدین اولاد کو، دوست دوست کو ،رشتہ داروں کو، جس نے جس کی پیروی کی ہو گی وہ کہے گا کہ میں نے تو اس کی بات مانی تھی لیکن کسی کا عذر سنا نہیں جائے گا. سب کو اپنے اعمال کی سزا کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ وہ دن حساب کتاب کا دن ہوگا ، وہ پکڑ دھکڑ کا دن ہوگا۔ **يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ** وہاں سب کھڑے ہوں گے۔ دوسری بات بتائی جا رہی ہے **وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ** اور وہاں انکار کرنے والوں پرلعنت پڑے گی، وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوں گے ۔نمبر تین **وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ** اور بدترین ٹھکانہ ان کے حصے میں آئے گا۔ تو ان کا جو انجام ہوگا وہ بہت ہی برا ہوگا۔ غزوۂ تبوک میں جب منافق شرکت نہیں کر سکے تھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معذرتیں پیش کی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی نے کہا تھا کہ ان کے عذر قبول نہ کرنا یہ منافق ہیں ۔اللہ کے رسول تو نہیں جانتے تھے لیکن اللہ تعالی تو جانتے ہیں۔ کبھی بچہ سکول سے دیر سے آتا ہے آپ پوچھتے ہیں کہ آپ کیوں دیر سے آئے بچہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتا ہے ۔کبھی سچ بھی ہوتا ہے لیکن بہانہ بھی بنا دیتا ہے۔ شاگرد کام نہیں کرتا استاد پوچھتا ہے بچہ کوئی نہ کوئی بات کہہ دیتا ہے، یعنی جب اس نے نہیں کیا ہوتا تو وہ عذر تراشتا ہے ۔اسی طرح آپ نے گھر کے اندر کئی کام کرنے ہوتے ہیں اور آپس میں تقسیم کئے ہوتے ہیں لیکن جب آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تو بہت سے کام کسی نے نہیں کیے ہوتے تو سب کوئی نہ کوئی بہانہ ،عذر تراشتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن کوئی عذر کام نہیں آئے گا اور جھوٹے اپنے چہروں سے ،اپنی پیشانیوں سے ،اپنی باتوں سے پہچانے جائیں گے اور ان کے جسم کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے ۔تو ان کے حصے میں لعنت پڑے گی اور بدترین ٹھکانہ ان کے حصے میں آ جائے گا۔ تو لوگوں کیا چیز فائدہ دے گی ؟ یہاں پر جو بہت خاص بات ہے وہ یہ کہ صرف سچائی فائدہ دے گی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے ہمیں دنیا کی زندگی میں سچا بننا چاہئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے تھے ،وہ سورۃ یاسین والا جو مرد مومن تھا وہ سچا تھا، اور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی گواہی قرآن نے دے دی۔ اور صدیقین جو کہ سچ کی گواہی دیتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں صداقت کا ساتھ دیتے ہیں تو ہمیں بھی سچ بولنا چاہئے۔ اور قرآن جو سچ ہے اس پر عمل کرنا چاہئے ۔

آیت نمبر 53۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ
ترجمہ: آخر دیکھ لو کہ موسیٰ کی ہم نے رہنمائی کی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا

اللہ رب العزت رسول اللہ ﷺ **کو** تسلی دیتے ہیں، ایمان لانے والوں کو تسلی دیتے ہیں فرماتے ہیں۔ **وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ** آخر دیکھ لو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہم نے رہنمائی کی تھی ۔فرعون کا جب موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تھا تو ہم نے موسیٰ کو چھوڑ تو نہیں دیا تھا، ہم نے قدم قدم پر ان کی رہنمائی کی تھی یہاں تک کہ وہ کامیابی کی منزل تک پہنچ گئے۔ تو اے محمد ﷺ **ہم** مکہ کی گلیوں میں اور مکہ والوں کا ظلم و ستم سہنے کے لئے آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے بلکہ یہ ظالم جو آپ کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں آپ مت بھولیں کہ ہم آپ کی پشت پر ہیں اور ہم ہی ہیں جو کہ آپ کی رہنمائی کر رہے ہیں ۔تو یہاں پر رسول اللہ ﷺ **کو** تسلی دی جارہی ہے ایمان لانے والوں کو تسلی دی جارہی ہے ۔اور اس سے ایک بات یہ بھی پتہ چلتی ہے کہ آپ میں سے جو لوگ حق پر چلتے ہیں ،دین پر عمل کرتے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہاں پر یہی بتا رہے ہیں کہ دیکھ لو موسیٰ کی رہنمائی بھی تو ہم ہی نے کی تھی۔ **وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ** اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات دی تھی اور اس کا وارث بنایا ۔

آیت نمبر 54۔ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ
ترجمہ: جو عقل و دانش رکھنے والوں کے لئے ہدایت و نصیحت تھی

هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ جو عقل و دانش رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔
تو تورات کا جن لوگوں نے انکار کیا وہ ناکام ہوئے اور جو لوگ تورات پر ایمان لائے اور جنہوں نے تورات کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر طے کیا۔ یہاں پر **هُدًى وَذِكْرَىٰ** تورات کی صفات ہیں ،تورات ہدایت دینے والی تھی، نصیحت کرنے والی تھی اور **الْأَلْبَابِ اللُّبُّ** اس کا واحد ہے، مغز کو کہتے ہیں اور عقل مندوں کے لئے یہ استعمال کی جاتی ہے۔ اللہ رب العزت بتا رہے ہیں کہ جو عقل و دانش رکھنے والے ہیں انہوں نے تورات سے نصیحت حاصل کی۔ مکہ کی مشکلات میں ایمان لانے کے نتیجے میں جو مصائب وہ برداشت کر رہے تھے تو مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ آپ بھی قرآن کی طرف رجوع کریں ۔

آیت نمبر 55۔ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ
ترجمہ: پس اے نبی ﷺ، صبر کرو، اللہ کا وعدہ بر حق ہے، اپنے قصور کی معافی چاہو اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ پہلی بات یہ کہی کہ پس اے نبی ﷺ **آپ** صبر کیجئے ۔یہ پوری بات کا خلاصہ ہے، پہلے تسلی دی کہ آپ اپنی دعوت پر جمے رہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ آپ صبر کیجئے

کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ کا وعدہ کیا ہے کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں مدد کیا کرتے ہیں تو آپ صبر کریں اور اللہ مدد کرے گا- نمبر2 **وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ** اور اپنے قصور کی معافی چاہو ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر قصور سے کیا مراد ہے؟ یہاں پہ قصور سے مراد بے صبری کی وہ کیفیت ہے جو مخالفت کے اس ماحول میں اپنے ساتھیوں کی مظلومی دیکھ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے اندر پیدا ہو رہی تھی ۔آپ چاہتے تھے جلدی سے کوئی معجزہ ایسا دکھا دیا جائے جس سے کفار قائل ہو جائں۔ یا اللہ کی طرف سے کوئی ایسی مدد جلدی آ جائے جس سے مخالفت کا یہ طوفان ٹھنڈا ہو جائے۔ یہ خواہش کوئی غلط خواہش نہیں تھی لیکن رسول اللہ ﷺ **کا** جو اعلیٰ مقام ہے اس پر رسول اللہ ﷺ **سے** کہا جا رہا ہے کہ آپ صبر و استقامت سے کام لیں ۔اور آپ کی جو ذرا سی کمزوری ہے اس پر آپ اپنے رب سے معافی مانگیں آپ صبر کی وہ مضبوط چٹان بن جائیں اور کسی طرح کے حالات میں پریشان نہ ہوں ۔ بس اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں ۔ تیسری بات کہی **وَسَبِّحْ** تسبیح بیان کریں **بِحَمْدِ رَبِّكَ** اپنے رب کی حمد کے ساتھ **بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ**- صبح اور شام- **بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ** پہلے بھی پڑھا ہے آیت 46 میں **عَشِيًّا** کا لفظ **عَشِيًّا** کہتے ہیں زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے ابتدائی حصے کو یعنی ظہر سے عشاء تک ۔اس دوران چار نمازیں آجاتی ہیں تو کہا کہ آپ اس دوران اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیج بیان کریں۔ دوسرا لفظ ہے **الْإِبْكَارِ (ب ک ر)**۔ صبح کی پو پھٹنے سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت۔ جیسے **(بَا كِرَة)** کنواری کو بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح صبح کا جب آغاز ہوتا ہے، کسی نے کوئی کام بھی نہیں کیا ہوتا تو اس کے لئے بھی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہے کہ آپ صبح اور شام اللہ کی حمد و ثناء بیان کریں اور تسبیح کریں۔ اور دوسرے اس کے معنی ہے کہ مسلسل یعنی صبح شام میں تمام اوقات آ جاتے ہیں۔ اور اس سے مراد ہے کہ ایک تو یہ کہ جب بھی مشکلات پیش آتی ہیں تو مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے حمد و تسبیح وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ کے لئے کام کرنے والوں کے اندر ہمت پیدا ہوتی ہے۔ یہ حمد و ثناء مسلسل ہونی چاہئے نمبر1- نمبر 2- ان مخصوص اوقات میں ہونی چاہئے جو کہ نماز کے اوقات ہیں آیت نمبر 56 سے 85 تک سورۃ المومن کی آخری آیات ہیں اور اس میں بھی صبر و استقامت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی فتح کی خوشخبری دی جارہی ہے اور قریش کے لیڈروں کو دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہے ۔ درمیان میں توحید اور قیامت کے دلائل دئیے گئے ہیں ،کائنات سے، انسان کے وجود سے اور کچھ اخلاقی دلائل ہیں۔اس مختصر تعارف کی روشنی میں اگلی آیات کو پڑھتے ہیں۔

آیت نمبر 56- إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ:حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت کے بغیر جو اُن کے پاس آئی ہو، اللہ کی آیات میں جھگڑے کر رہے ہیں اُن کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ اُس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت کے ،بغیر کسی دلیل کے بغیر ،کسی سند کے اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے رہتے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟ **إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ** مگر بڑائی نہیں ہے بلکہ **إِن فِي صُدُورِهِمْ** ان کے دلوں میں **إِلَّا كِبْرٌ** مگر کبر، بڑائی۔ تو یہ جو جھگڑا کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو توحید اور قرآن کے بارے میں بحث کرتے ہیں اس کی اصل وجہ ،اس کی اصل بیماری تکبر ہے۔ تکبر کا

یہاں پر اللہ تعالیٰ ذکر کر رہے ہیں کہ اہل مکہ کے جھگڑنے کی اور بحث کرنے کی وجہ ان کا غرور نفس ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیشوائی رہنمائی کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریں۔ فرمایا **مَّا هُم بِبَالِغِيهِ۔ مَّا** نہیں، **هُم** وہ ،**بِبَالِغِيهِ** پہنچنے والے اس تک۔ تو یہاں پہ اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ اپنے مقصد تک پہنچنے والے نہیں ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں لیڈر بنا دیا جائے گا اور یہ ناراض ہیں کہ ہمیں رسول کیوں نہیں بنایا گیا۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ **اور** اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں **۔مَّا هُم بِبَالِغِيهِ** یہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے والے نہیں ہیں۔ **فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** رسول اللہ ﷺ **سے** کہا جا رہا ہے کہ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اب یہاں رسول اللہ ﷺ **کو** اللہ کی پناہ مانگنے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون کی دھمکیوں کے مقابلے میں اللہ کی پناہ مانگی تھی ۔ سورۃ المومن آیت 27 میں موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ **وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا "میں نے تو ہر اُس متکبر کے مقابلے میں جو یَوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے ر ب اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے" جو مردِ مومن تھا جس نے بڑی جرات کے ساتھ فرعون کے دربار میں حق بات کو پیش کیا تھا۔جب فرعون نے اس مردِ مومن کو دھمکی دی تھی تو اس مردِ مومن نے بھی یہی بات کہی تھی کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ **وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ** تو اس نے بھی یہی اعلان کیا تھا کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ اس مردِ مومن نے اللہ کو اپنا وکیل بنایا اور پھر وہ ڈرا نہیں۔ تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ سرداران قریش کی دھمکیوں کے نتیجے میں آپ اللہ کی پناہ میں آئیں اور پھر بے فکر ہو کر اپنا کام کرتے رہیں۔ تو مجھے اور آپ کوکسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی، اللہ کی بندگی کرنی ہے ،اللہ کی اطاعت کرنی ہے ،لیکن اللہ کی پناہ میں آنا ہے ۔اور ہمیں معوذتین پڑھنی چاہئیں سورۃ الناس ہے، سورۃ الفلق ہے اور اسی طرح اور بہت سے ایسے استعاذہ کی دعائیں ہیں وہ ہمیں پڑھنی چاہئیں۔ **أَعُوذُ بِٱللَّهِ مِنَ ٱلشَّيْطَانِ ٱلرَّجِيمِ** بھی بہت اچھی دعا ہے ۔ **إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ تو یہاں یہ بات بھی بتائی جارہی ہے کہ جب آپ اللہ کی پناہ مانگیں گے تو اللہ تعالی آپ کی دعاؤں کو سننے والا ہے اور اس کے ساتھ یہ کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ یہاں پر اللہ رب العزت نے جو دلائل دئیے ہیں اور یہ دلائل ہیں آخرت کے عقیدے کے دلائل۔

آیت نمبر 57۔ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
ترجمہ : آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں

کفار یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بڑی ہی ناممکن اور مشکل بات ہے۔ تو اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ جس خدا نے یہ آسمان اور زمین بنائے اور انسانوں کو پیدا کرنے کی نسبت آسمان اور زمین کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے ۔تو جو رب یہ کر سکتا ہے تو آخرت کے دن تمہیں دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۔تو لوگ انکار کرتے ہیں۔ جب اللہ آسمان اور زمین کو بغیر نمونے کے پیدا کر سکتا ہے تو یقینا" انسانوں کو دوسری بار پیدا کرنے پر بھی قادر ہے ۔تو یہ دلیل دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ قیامت آ کر رہے گی اور اللہ سب کو پیدا کرے گا اور پھر حساب کتاب ہوگا۔

آیت نمبر 58۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ
ترجمہ : اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھا اور بینا یکساں ہو جائے اور ایماندار و صالح اور بد کار برابر ٹھیریں مگر تم لوگ کم ہی کچھ سمجھتے ہو

آیت نمبر58 میں اللہ تعالیٰ نے ایمان و کفر اور مومن اور کافر کا فرق بیان کیا ہے۔ فرمایا **وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ** اور برابر نہیں ہو سکتے ایک اندھا اور دیکھنے والا ۔جس طرح ایک اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح مومنین اور اہلِ کفر برابر نہیں ہو سکتے۔ مومن اپنے نورِ بصیرت کے ذریعے سے اللہ کی نشانیوں پر غور کرتا ہے اور اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اللہ پر ایمان لے آتا ہے ۔تو مومن ایسا ہے جیسے کوئی آنکھیں رکھنے والا ،جیسے کوئی دیکھنے والا اور جو کافر ہے وہ نورِ بصیرت سے محروم ہوتا ہے ۔اس کے سامنے ہزار نشانیاں گزر جائیں ،ہزار دلائل پیش کر دیئے جائیں اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا وہ ان ساری نشانیوں پر اندھا، بہرا اور گونگا بن کر رہ جاتا ہے۔**وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ۔** نمبر1۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیے یہ لوگ یعنی ایمان دار اور صالح لوگ۔ نمبر 2 **وَلَا الْمُسِيءُ**اور بدکار یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح سے ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے۔ اور **الْمُسِيءُ (س و ء)** سے ہے برائیاں کرنے والے یہ برابر نہیں ہو سکتے، بدکردار لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ **قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ** مگر تم لوگ کم ہی سمجھتے ہو۔ تو یہاں پر اللہ تعالیٰ مثالوں کے ذریعے سے بتا رہے ہیں کہ مجرم اور متقی دونوں کا جب کردار مختلف ہے تو ان کا انجام ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان کی زندگی مختلف تھی تو اب آئندہ جو حساب کتاب ہونے والا ہے اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ بھی مختلف ہی نکلے گا۔ تو **قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ** فرمایا کہ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو ،بہت کم سمجھتے ہو۔

آیت نمبر 59۔ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ
ترجمہ : یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ نہیں مانتے

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ **إِنَّ السَّاعَةَ** قیامت کا نام ہے۔ **لَآتِيَةٌ** اس کے معنی ہے کہ ضرور آنے والی ہے۔ **لَّا رَيْبَ فِيهَا** اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ** مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اب یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ قیامت آکر رہے گی اور لوگ اس کے آنے کا انکار کر رہے ہیں ۔ لوگ کیسے انکار کرتے تھے ؟کہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتے تھے۔ جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو مانتے ہیں کہ قیامت آئے گی لیکن وہ قیامت کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتے۔ **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ** مگر اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ آخرت پر ایمان کا نتیجہ یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کی جائے۔

آیت نمبر 60۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
ترجمہ : تمہارا رب کہتا ہے "مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"

اس میں اللہ رب العزت بتا رہے ہیں کہ اللہ سے مانگنے کے لئے کسی وسیلے کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ تعالی کہہ رہے ہیں کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ **وَقَالَ رَبُّكُمُ** اور کہا تمہارے رب نے ۔**ادْعُونِي** پکارو مجھ سے ،مانگو مجھ سے۔ **أَسْتَجِبْ لَكُمْ** میں قبول کروں گا تمہارے لئے، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، ان کا جواب دوں گا۔ **إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي** وہ لوگ جو کہ تکبر کرتے ہیں **عَنْ عِبَادَتِي** میری عبادت سے۔ **سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ** ضرور وہ ذلیل و خار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اب یہاں سے توحید کا مضمون شروع ہو رہا ہے اور یہاں پر اللہ رب العزت نے توجہ دلائی ہے کہ اللہ سے دعا مانگی جائے۔ **ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ** کہا کہ اپنے رب سے مانگو اور تمہارا رب تمہاری دعائیں قبول کرے گا۔ اس آیت میں مفسرین نے دعا کے دو معنی بیان کیے ہیں ،ایک معنی ہے جو اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں کہ دعا سے مراد عبادت ہے صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور

حدیث : میں بھی یہ پتہ چلتا ہے مسند احمد کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا **الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ**۔ دعا عبادت ہے اور کہا کہ **اَلدُّعَاءُ مُخُّ اَلْعِبَادَةِ** ۔ عبادت کا مغز دعا ہے۔

تو وہ لوگ جو میری عبادت سے کبر کرتے ہیں اس کے معنی کیا ہیں کہ میری اطاعت سے وہ کبر کرتے ہیں۔بعض کہتے ہیں یہاں پر دعا، دعا کے معنی میں ہے۔ اپنے مانگنے کے ،کسی سے سوال کرنے کے معنی میں یہاں استعمال ہوئی ہے۔ آیت نمبر60 سورۃ المومن ،اس میں تین باتیں بہت اہم ہیں ۔**پہلی بات** یہ کہ انسان عام طور پر اس سے مانگتا ہے جس کے پاس اختیار ہو ،طاقت ہو، یا اس کے پاس کچھ ہو آپ اسی سے مانگتے ہیں۔ سب سے زیادہ دنیا میں اگر انسان کو کسی سے امید ہوتی ہے وہ اس کے والدین ہیں۔ آپ کی شادی ہو گئی اور وقتاً وقتاً آپ کو مختلف چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے آپ کے والدین آپ کی بہت مدد کرتے ہیں لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے وہ بھی تنگ آ کر کہتے ہیں کہ آخر کب تک؟ ہماری اور بھی ذ مہ داریاں ہیں اب تم اپنے آپ کو خود سنبھالو ۔اور آپ کو مانگتے ہوئے شرم بھی آتی ہے کہ اب کیا کریں نا تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اسی طرح اپنے دوست احباب اور جاننے والوں سے بھی باز اوقات سوچتے ہیں کہ اپنی ضرورت کو بتائں، کہ وہ کیا کہیں گے اور پھر یہ بھی سوچتے ہیں کہ ان کے تو اپنی حالات ٹھیک نہیں ہیں تو وہ کیسے مدد کرسکتے ہیں۔ تو پہلی چیز جو سوچتے ہیں واقعی اس کے پاس طاقت ہے اختیار ہے اس کے پاس کچھ ایسے ذرائع وسائل ہیں جس سے وہ میری تکلیف کو دور کرسکتا ہے یا میری ضرورت کو پورا کرسکتا ہے۔ تو یہ جو اختیار ہے اور جو ذرائع اور وسائل ہیں یہ صرف اور صرف اللہ کے پاس ہیں ۔دوسری بات جو بہت اہم ہے وہ یہ ہے کسی کے بارے میں اگر کوئی سوچ بھی لے کہ فلاں سے بھی میں دعا مانگ سکتا ہوں یا مانگ سکتی ہوں اور وہ بھی میری مدد کر دے گا تو ضروری نہیں کہ اس کی یہ سوچ درست ہو۔ جیسے نبی، فرشتے، جن، فرضی دیوتا ان کے پاس اختیارات تو نہیں تھے لیکن لوگ ان کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں تو یہ چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ پھر تیسری اہم بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی جو ضرورتیں ہیں، اپنی جو حاجتیں ہیں وہ صرف اور صرف اللہ ہی کے سامنے پیش کرنی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ تم اس سے مانگو میں تمہیں دوں گا ۔تو دعا کرنا عین عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہاں پر ناراض ہو رہے ہیں کہ جو لوگ دعا نہیں مانگتے دراصل ان کے اندر تکبر پایا جاتا ہے تو دعا مانگنا عین عبادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ **نے** دعا کی فضیلت اور اس کی شرائط اور اس کے آداب بتائے ہیں۔ بہت سی احادیث ملتی ہیں ۔ بعض لوگ اور ہم خود اپنے لئے نہیں دعا مانگتے لیکن دوسروں سے چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے دعا مانگیں۔ دوسروں سے اور خاص طور پر نیک لوگوں سے دعاؤں کے لئے کہنا ٹھیک ہے۔ رسول اللہ ﷺ **کی** احادیث سے اس کی رہنمائی ملتی ہے ۔لیکن اپنے لئے ضرور دعائیں مانگنی چاہئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بڑا متاثر کرتا ہےوہ کہتے تھے "کہ مجھے اس بات کی

کوئی فکر نہیں ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی- عمر مجھے یہ یقین ہے کہ تیری دعا قبول ہوگی۔ مجھے فکر اس بات کی ہے کہ عمر تجھے دعا مانگنے کی توفیق نصیب ہو جائے -" ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگنی چاہئیں اور خاص طور پر دعاؤں کے آداب کا خیال رکھیں اور اوقات کا خیال رکھیں۔ نیکی کر کے اگر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے مثلاً آپ نے قرآن کی تلاوت کی ہے، فرض نماز کے بعد، تہجد کی نماز کے بعد، اسی طرح حج اور عمرے کے دوران۔ بعض جگہیں ایسی ہیں یا پھر مصیبت زدہ، بیمار، پریشان حال، مسافر ان کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور دعا مانگنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی جائے۔ دعا مانگنے کے لئے پہلے آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں، اگر ٹائم نہیں ہے پہلی دو تین آیتیں پڑھ لیجئے جس میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کی جائے پھر درودشریف بھیجیں رسول اللہ ﷺ **پر،** پھر اس کے بعد دعا مانگیں۔ پھر اپنے ہاتھ جو اٹھائے ہیں اس کو اپنے چہرے پر پھیر لیں -

مفہوم حدیث: رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا، راوی ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "کہ جو اللہ سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔"

بعض لوگ سوچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں جو لکھنا تھا وہ تو لکھ دیا ہے وہ فیصلہ تو ہو کر رہے گا تو اب دعا مانگنے کا کیا فائدہ ۔ یہ بات یاد رکھیں کہ وہ جو بھی فیصلہ کیا ہے اللہ نے وہ اللہ نے کیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو اپنے فیصلوں کو بدل بھی سکتا ہے کیونکہ اللہ کے پاس طاقت ہے کہ وہ اپنے فیصلوں کو بدل دے اور جب کوئی بندہ اللہ سے دعائیں کرتا ہے اللہ سے التجائیں کرتا ہے، اللہ سے گریہ زاری کرتا ہے، اللہ کے سامنے اپنا دامن پھیلاتا ہے۔ تو اللہ چاہے تو اپنے فیصلوں کو بدل بھی دیتا ہے یہ ایک اہم بات ہے کیونکہ ہمیں **مفہوم حدیث** سے یہ بات پتہ چلتی ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا "تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔"

اللہ کے فیصلے کو بدل دینے کی طاقت کسی میں نہیں ہے مگر اللہ خود اپنا فیصلہ بدل سکتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے -" مایوس نہیں ہو، ڈپریشن کا شکار نہ ہو، نا امید نہ ہوں، حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو، مصیبت، بہت ہی سخت کیوں نہ ہو آزمائش بہت شدید کیوں نہ ہو، رات کتنی ہی اندھیری اور طویل کیوں نہ ہو کبھی پریشان نہیں ہونا چاہئے۔میں اکثر یہ بات سوچتی ہوں کہ جہاں ایمان ہے وہاں ڈپریشن نہیں ہو سکتا ۔جہاں ایمان ہے وہاں ناامیدی نہیں ہو سکتی کیونکہ مومن کسی حال میں مایوس نہیں ہوتا رسول ﷺ **سے** بڑھ کر سخت حالات کس پر گزرے لیکن آپ سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ **سے** بڑھ کر مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ تو آئیے مسکرآئیں ،آئیے پھیکی چائے پیئیں، مسکراتے ہوئے، آئیے جو بھی فیصلے ہیں جو بھی حالات ہیں ان کو ہم قبول کریں ۔مثلا ذیابیطس ہو گئی ہے تو آپ کا رونا دھونا ذیابیطس کو ختم تو نہیں کر دے گا۔ بلڈ پریشر ہو گیا ہے ، دل کے مریض ہیں آپ روئے دھوئے ہیں آپ پریشان ہوں تو اس سے بیماری میں اضافہ تو ہو سکتا ہے کمی نہیں ہو سکتی۔ تو کیا کرنا ہے آئیے پھیکی چائے پیئیں مسکراتے ہوئے، جو بھی ہمارے حالات ہو رہے ہیں حالات میں تبدیلی آ رہی ہے اس کو ہنستے مسکراتے قبول کر لیں تو اس سے کیا ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی صدمہ نہیں ہوتا آپ پریشان نہیں ہوتے ۔اور آپ اپنی زندگی کے مختلف مراحل ہیں ان کو آپ ہنستے مسکراتے طےکرتے چلے جاتے ہیں، توآپ کو پر امید رہنا ہے ۔پھر دوسری بات جو بہت اہم ہے وہ یہ ہے کہ دعا خواہ قبول ہو یا نہ ہو بہرحال اس کا بہت بڑا فائدہ ہے کہ جب انسان اللہ کے سامنے اپنی دعائیں رکھتا ہے تو اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تو آقا اور میں تیرا بندہ اور انسان اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ اپنی بے بسی کا اور عبودیت کا اور یہ چیز اللہ کو بہت پسند آتی ہے۔**مفہوم حدیث:** حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا "کہ آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے اللہ اسے یا تو وہی چیز دیتا ہے جس کی اس نے دعا کی تھی یا اسی درجے کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے ،بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے " (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے)۔ مثلا بی بی مریم کی والدہ نے سوچا تھا کہ میرے پیٹ میں بیٹا ہے اور اللہ مجھے بیٹا دے گا اور میں اس کو اللہ کے لئے وقف کر دوں گی۔ اور جب وہ بیٹی ہوئی تو پریشان ہوئیں کہنے لگیں کہ یہ تو بیٹی ہو گئی ہے لیکن آپ دیکھیں کہ اللہ نے بی بی مریم سے کیا کام لیا؟ کہا کہ دنیا کی عورتوں پر میں نے منتخب کر لیا۔ انہوں نے پاکیزگی اختیار کی تو اللہ نے ان کو چن لیا ۔تو بعض اوقات آپ ایک چیز مانگتے ہیں اور اللہ تعالی ہمارے لئے کچھ اور چاہتے ہیں تو اسی میں یقیناً ہمارے لئے خیر ہے۔ اللہ کے فیصلے پر ہمیں راضی ہو جانا چاہئے۔ دعا کی قبولیت کا انداز کیا ہے؟ جیسے آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ میں تو اتنی دعائیں مانگتی ہوں اور میں نے زندگی میں بہت سے دعائیں مانگیں لیکن میری قبول کیوں نہیں ہوئیں؟ دعا کی قبولیت کے تین انداز ہیں۔ 1- ایک مسلمان جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی دعا نہ ہو، قطع رحمی کی دعا نہ ہو تو اللہ تعالی اسے تین صورتوں میں سے کسی ایک شکل میں قبول کرتا ہے 1 ۔یا تو وہ دعا اسی دنیا میں قبول کر لی جاتی ہے۔ 2 ۔یا اسے آخرت میں اجر دینے کے لئے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ 3 ۔یا اسی درجے کی کسی مصیبت کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ یہاں پر یہ بات بہت اہم ہے کہ جب آپ دعا مانگیں تو آپ بڑے یقین کے ساتھ دعا مانگیں۔**مفہوم حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ،بخاری کی روایت ہے، راوی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "کہ جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ خدایا مجھے بخش دے، اگر تو چاہے مجھ پر رحم کر، اگر تو چاہے مجھے رزق دے، اگر تو چاہے۔ بلکہ اسے قطعی طور پر یہ کہنا چاہئے خدایا میری فلاں حاجت پوری کر۔" اللہ مجھے تجھ سے لینا ہے، اللہ تُو میری دعا پوری کر، آپ میری ضرورت پوری کریں ،اللہ مجھے نہیں پتہ میں تیرے در کو چھوڑ کر اور کہاں جاؤں؟ تیرا در ہے اور میرا سر ہے۔ تُو ہے اور میرا دامن ہے اور میرے اٹھے ہوے ہاتھ ہیں۔ اور اللہ مجھ غریب اور بے بس اور ضرورت مند کو، اللہ تُو یہ میری ضرورت ہے تُو اس کو پورا کر دے۔

مفہوم حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سے دعا مانگو اس یقین کے ساتھ کہ وہ قبول کر لے گا ۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے راوی ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے۔" پوچھا گیا جلد بازی کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ **فرمایا** "جلد بازی یہ ہے کہ آدمی کہے میں نے بہت دعا کی بہت دعا کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا تو قبول ہی نہیں ہوتی اور یہ کہہ کر آدمی تھک جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے ۔"تو یہ بات پتہ چلتی ہے کہ کبھی مایوس نہیں ہونا کتنے سال کیوں نہ گزر جائیں ،مانگتے رہیں مسلسل مانگتے رہیں۔ قیامت کے دن انسان جب دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا اجر دیکھے گا تو اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میری دنیا میں کوئی دعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی۔**مفہوم حدیث:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا راوی ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ترمذی اور مسند احمد کی روایت ہے) کہ "دعا بہرحال نافع ہے ان بلاؤں کے معاملے میں جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے معاملے میں بھی جو نازل نہیں ہوئیں پس اے بندگانِ خدا تم ضرور دعا مانگا کرو۔" اچھا معمولی سے معمولی چیز کیوں نہ ہو آپ اس کے لئے بھی دعا مانگیں جیسے جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اللہ ہی سے مانگنا چاہئے اور جب انسان اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ غیب سے مدد کرتا ہے۔

؎ افلاک سے آتا ہےنالوں کا جواب آخر۔

دار الایمان نے قرآن و سنت کی دعاؤں پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی ہے **"فاذکرونی"** کے نام سے-اس کو پڑھیں اور دعائیں مانگتی رہیں یہاں تک کہ ساری دعائیں یاد ہو جائیں- یہ آیت نمبر 60 ہمیں پیغام دیتی ہے، یہ بتاتی ہے کہ اللہ کے حضور مانگنے کی کتنی اہمیت ہے اور اللہ کو یہ بہت پسند ہے اور مانگنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ناراض نہیں ہوتا۔ اور نہ مانگنے پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اور جب بندہ صحیح طریقے سے ،صحیح آداب سے، صحیح اوقات میں دعا مانگتا ہے تو اللہ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ آیت نمبر 61 اور 62 میں اللہ رب العزت نے دلائل دیئے ہیں توحید کے اور آخرت کے ۔